

جناب اشرف مہجوتی

نجف کے موتی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشادات گرامی

قلب الاحمق وراء لسانہ

احمق کا قلب اس کی زبان کے تابع ہوتا ہے۔

یہ مقولہ بتاتا ہے کہ احمق کی ہر بات بے سوچے سمجھے ہوتی ہے۔ اس کے دل میں کچھ نہیں ہوتا اور زبان پر سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کی زبان بے روک چلتی ہے۔ بے اندیشہ ہر بات منہ سے نکال دیتا ہے۔ نتیجے پر غور نہیں کرتا ہے، اور بات کہنے سے پہلے اپنے دل سے مشورہ نہیں کرتا ہے۔ اس کو یقین ہوتا ہے کہ زبانِ دل ہی کے اشاروں پر چلا کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس کا دل زبان کی تیزی سے دب جاتا ہے۔

لسان العاقل وراء قلبہ

عقل مندوں کی زبان ان کے قلب کے تابع ہوتی ہے۔

عقل مند جو بات کرتا ہے، اپنی زبان ہلانے سے پہلے وہ اس کے اثرات پر غور و خوص کر لیتا ہے۔ جو کچھ منہ سے نکالتا ہے، اس کے آغاز و انجام پر دُرُوبِ بیک نگاہ ڈال لیتا ہے، تاکہ اس کی اچھائیاں اور برائیاں اول سے آخر تک نظر آجائیں۔ وہ فقرے فقرے کو جانچتا ہے۔ لفظ لفظ کو تولتا ہے، پھر کوئی بات کہتا ہے۔ کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ زبان ہی پر بات کے بگاڑ سنوار کا انحصار ہے۔ یہی خیالات کو آدھرتہ، آدھرتہ اور آدھرتہ سے آدھر کر سکتی ہے اور ہماری صورت نمایوں کا آئینہ اسی کے ہاتھ میں ہے، گویا عقل مند اپنی زبان کو اپنے دل کے قبضے میں رکھتے ہیں۔

البخیل مستجمل العقر لعاش فی الدنیا عیش الفقر کویعاسب فی الآخرۃ حساب الاغنیاء

بخیل فقیر ہو جانے کی جلدی کرتا ہے۔ وہ دنیا میں فقیروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ مگر آخرت میں دولت مند

کی مانند اس سے حساب لیا جائے گا۔

واجب حقوق ادا نہ کرنے کا نام بخل ہے۔ یعنی جو شخص اپنے مال کو ضروریات مذہبی سے روکتا ہے، اور ضروریاتِ مروت سے ہاتھ کھینچتا ہے، وہ بخیل کہلاتا ہے۔

بخیل کی ادنیٰ صفت بے مروتی ہے۔ یہ نہ اپنے ساتھ مروت برتتا ہے اور نہ دوسروں کے ساتھ کوئی سلوک کرتا ہے۔ اس کے دل میں دولت کی محبت ایسی بے طرح پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے مقابل میں جان، آبرو اور ایمان تک کو بیچ سمجھتا ہے۔ رمپے پیسے کی دوستی میں دنیا بھر کو دشمن بنا لیتا ہے، اور اس خیال سے کہ کہیں حقدار میرے مال کے مدعی نہ بن جائیں، اپنے آپ کو صدرا مغلس، محتاج ظاہر کرتا رہتا ہے، اور چونکہ دنیا میں زور، زن، زمین — یہی تینوں چیزیں خصوصیت، دشمنی، رقابت کے بیج ہیں — اس لیے بخیل کے دل پر ہر شخص کی نظریں پڑتی ہیں، اور انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کی دولت میں سوراخ پڑ کر کسی طرح خالی ہو لگ جاتی ہے۔

فقیر وہی شخص کہلاتا ہے جو محتاج ہو۔ مال دنیا میں سے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور جو اپنی تن پوشی اور تن پروری سے بھی عاجز ہو۔ لیکن یہ فقیر تو اس لیے فقیر کہلاتا ہے کہ اس کے پاس دولت و مال کی قسم میں سے اللہ کا نام ہوتا ہے۔ مگر بخیل باوجود ہر طرح کی استطاعت رکھنے کے فقیر ہوتا ہے۔ وہ اچھا پہن سکتا ہے لیکن پہنتا نہیں۔ وہ اچھا کھا سکتا ہے لیکن کھاتا نہیں۔ گویا کوشش کرتا ہے کہ محتاج ہو جائے اور ساعی رہتا ہے کہ جس قدر زیادہ ہو سکے فقیروں کی سی زندگی بسر کرے۔ مگر چونکہ خدا نے اس کو دولت مند بنایا ہے، اس لیے آخرت میں بھی دولت مندوں ہی کے ذمے میں اس کا شمار ہوگا اور دولت مندوں ہی کی طرح سے اس سے بھی حساب لیا جائے گا۔ کیونکہ دولت مندوں کو دولت صرف کرنے اور زمین و فن کر کے رکھنے کے واسطے نہیں دی جاتی ہے، ان کو دولت کا سانپ بننے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ ان کے راستے بتا دیے گئے ہیں، اور دولت سے دنیوی زندگی بسر کرنے کا طریقہ اور عاقبت کے بیوپار کا ڈھنگ بھی سکھایا ہے۔ اب یہ اس بخیل کا قصور ہے، جو خدا کے اس عطیے کو کام میں نہ لائے۔ اور بخل کی بیماری میں فقیر بننے کی کوشش کرتا ہو اور فقیرانہ زندگی بسر کرتا ہو آخرت میں امیروں کی طرح اپنی دولت کا حساب بتانے کو اچھا ہے۔

”دولت“ آپ روان ہے اور دنیا ایک ”کشف زار“ اور خلائی بمنزلہ قطعاً اراضی جس طرح پانی سے زمینیں سرسبز ہوتی ہیں، اسی طرح اضافتِ خلائی کے ساز و برگ اور نشوونما کا سبب دولت ہے۔

اسی طرح سبزو حیات پہلے تا پہلے اور اسی پر شگوفہ ہائے معیشت کا دار و مدار ہے۔ اسی سے احتیاج کی پیاس بجتی ہے اور یہی تمدن کے پھولوں میں رنگ و بو پیدا کرتی ہے لیکن پست و بلند زمینوں کی مانند طبائع خلائی بھی فطرتاً بلند و پست ہوتی ہیں۔ جس طرح بلند زمینیں بقدر ضرورت سیراب ہو کر نائید پانی کو پست زمین کی طرف بھیج دیتی ہیں۔ اسی طرح بلند قدر اور عالی ہمت طبائع دولت دنیا پر حاجت کے موافق اکتفا کرتے ہیں اور باقی سب زیر دستوں پر خرچ کر دیتے ہیں، جس طرح نشیبی زمینیں پانی کو جمع کر کے پھر کبھی نکلنے نہیں دیتی ہیں، اسی طرح ذلی الطبع آدمی دولت کو کمیٹ کر بیٹھ جاتا ہے۔

بخل کا مرض ہے، اس کا علاج کرنا چاہیے۔ اس سے بچنے کی خدا سے دعا مانگنی چاہیے۔ اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے دیا ہے اس کے شکرانے میں دوسریں کو فائدہ پہنچانا چاہیے۔ بڑا علاج اس کا موت کو یاد کرنا ہے۔ اپنے ہمسروں کا خیال کرے کہ مال کے جمع کرنے میں کیسی کیسی مشکلیں کا سامنا کیا، اور کیسے کیسے دکھ سہے مگر آخر کو خالی ہاتھ گئے۔ جو کچھ مدتوں میں حاصل ہوا تھا، آنا فالاً تباہ ہو گیا۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ مَزَاتِ النَّوَاطِرِ وَسُقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَهَفَوَاتِ

اللسان -

یا اللہ! تو ہماری آنکھ اور گفتار اور ہوش و نفس اور زبان کی تقصیرات کو معاف فرما۔

حقوق اللہ کیا، حقوق العباد کیا، جہاں کہیں رخنہ پڑتے ہیں، آنکھ، زبان اور خواہشاتِ نفس ہی کی بدولت پڑتے ہیں۔ گویا دینی اور دنیاوی قسم کے گناہوں کا سبب یہی ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو واقعی آنکھ، زبان اور خواہشاتِ نفس ہی کی رہزنی ہم کو خدا اور بندگانِ خدا کا چور بناتی ہے۔ اگر ہم ان کو اپنے قبضے میں رکھیں اور ان پر جہاد کرتے رہیں تو گناہ ہمارا دامن تک نہ چھو سکیں۔ اس لیے ارشاد ہے کہ تم ہمیشہ آنکھ، زبان اور نفس کے شر سے پناہ مانگتے رہو اور خدا آنکھ، گفتار اور خواہشاتِ نفس اور زبان ہی کی تقصیرات سے ڈرو، کیونکہ یہی تمام گناہوں کا باعث ہیں۔

یا الہی! ہماری آنکھ نے تیرے حکم کے خلاف جو کچھ دیکھا ہے، اس پر پردہ ڈال دے۔

ہمارے اقوال میں جو سمجھ سے سرتابی پائی گئی ہے، اس سے درگزر فرما، ہمارے نفس نے تیرے کرم کے بھروسے پر جو شرارت کی ہے اس سے چشم پوشی کر اور ہماری زبان نے تیری جناب میں جو گستاخیاں کی ہیں، تو ان کو عفو کی مسکراہٹ کے ساتھ نظر انداز کر دے۔ امین :

ما اصبر احد شيا الا ظہر منه في فلنات لسانه وصفحات شيناً وجہلہ -

انسان کا مافی الضمیر کبھی نہ کبھی اس کے چہرے اور زبان سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

ہزاروں ارادے، ہزاروں خواہشیں اور ہزاروں باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہم ان کو کبھی تو افشائے راز کے خوف سے، کبھی حجاب کے مارے اور کبھی عداوت کے ڈر سے ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کی شکایت دل میں لیے تو بیٹھے ہیں، مگر منہ سے اس لیے نہیں نکالتے کہ اس کا بُرا اثر نہ پڑے۔ ملازمت کی خواہش تو ہے لیکن زبان سے کہنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں، اس واسطے کہ لوگ ہم کو اہل غرض میں شمار کرنے لگیں گے کسی کی تعریف کرنا تو چاہتے ہیں، مگر یوں نہیں کرتے ہیں کہ کوئی خوشامدی نہ کہنے لگیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یعنی ہزاروں خیالات ہمارے ذہن میں جمع رہتے ہیں اور ہم کسی نہ کسی وجہ سے ان کے اظہار کرنے کی جرأت نہیں کرتے ہیں لیکن ہماری یہ روک تھام آخر کار ناکافی ہوتی ہے۔ خیالات اور ارادے میں بازی لے جاتے ہیں اور کبھی نہ کبھی ظاہر ہو کر ہی رہتے ہیں، خواہ کسی صورت میں کیوں نہ ہوں۔

جس طرح زبان انسان کی مافی الضمیر کو بیان کرنے کا آلہ ہے، اسی طرح بشر بھی دل کو بہت سی باتیں بتانے میں نہایت درجہ مشتاق ہے۔ چہرے کی کتاب کے پڑھنے والوں پر زبان کی نسبت زیادہ دل کے راز کھل جاتے ہیں، غرض کہ جو آدمی کے دل میں ہوتا ہے، وہ ایک نہ ایک وقت ضرور زبان سے یا چہرے سے معلوم ہو جاتا ہے، کیونکہ ادھر تو خیالات اور ارادے عملی صورت اختیار کرنا چاہتے ہیں، اور ادھر دل ہلکا ہونا چاہتا ہے اور دل کے ہلکا ہونے کی یہی شواہد ہیں۔ اس لیے یہی دونوں ترجمان ”چہرہ اور زبان“ مافی الضمیر کا انکشاف کرتے ہیں۔ کہیں کسی جگہ اور موقع پر چہرہ تقدیم کرتا ہے اور کہیں زبان، بہر حال دل کی کوٹھڑی میں جو کچھ ڈھک کا چھپا ہوتا ہے، منکشف ہو ہی جاتا ہے۔